عبادات میں حضرت علی المرتضی کا استنباط

Inference of Hazrat Ali (RA) in Ibadah

Muhammad Asif
PhD scholar, Department of Islamic studies, Lahore Garrison University, Lahore
Email: masifmewati@gmail.com
Dr.Ali Akbar Alazhari
Professor, Faculty of social sciences,Department of Islamic studies,
Lahore Garrison University, Lahore
Email: drazhari@gmail.com

Abstract

Inferences (Istimbaat) are steps in reasoning, moving from premises to logical consequences; etymologically, the word infer means to "carry forward". Inference is theoretically traditionally divided into deduction and induction. Deduction is inference deriving logical conclusions from premises known or assumed to be true, with the laws of valid inference being studied in logic. Induction is inference from particular evidence to a universal conclusion.Islam has paid very much attention to disciplining the behavior, conducts, and mental instincts of human beings, because the major aim of Islam is to create a virtuous human being who seeks justice, establishes the truth, and makes every effort to achieve comprehensive prosperity.Hazrat Ali (RA), the most thoughtful mind of humanity as a whole, comprehended masterfully all fields of life, touched on the impressions of human beings all over the stages of their lives, and knew their tendencies and inclinations. Hazrat Ali's Inference of Ibadah in Hidith. How Hazrat Ali conclude the Hadith.

Keywords: Inference, Hadith, Ibadah, Conclusion

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور حضرتِ علی المرتضیٰ[1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مکہ کے ان باشندوں میں سے ایک فرد تھے، جنھوں نے اپنے ناخواندہ معاشرے میں پڑھنا اور لکھنا سیکھا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو بچپن ہی سے علم سے محبت اور والہانہ لگاؤ تھا۔ اللہ نے آپ کو بچپن ہی سے اس بات کی توفیق بھی دی کہ خانہ رسول ﷺ میں پرورش پائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں آپ کی تربیت ہوئی، اور آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان پر خصوصی توجہ بھی کی، اس طرح رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو سنوارا، ان کی صلاحیتوں کو نکھارا اور نفس کو مہذب بنایا، دل کو پاک اور عقل کو روشن کیا اور ان کی روح کو تازگی بخشی۔

آپ مکہ اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، اور اس بات کے لیے کوشاں رہے کہ قرآنی تعلیمات پر نبی مکرم کے ہاتھوں تربیت پائیں، اس لیے کہ آپ کی شخصیت مذہبی تربیت کا سرچشمہ تھی، جس سے علی

رضی اللہ عنہ نے اپنے علم، تربیت اور ثقافت کو سیر اب کیا تھا اور ادھر ہر نئے پیش آنے والے واقعات و حوادث کے متعلق نبی کریم ﷺ پر قرآنی آیات تھوڑی تھوڑی کر کے نازل ہو رہی تھیں۔ آپ انھیں اپنے صحابہ کو پڑھ کر سناتے تھے، جو اس کے معانی کو سمجھ سکیں، ان کی گہرائی تک پہنچ سکیں اور ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ آپ کے اس طریقۂ تربیت کا صحابہ کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے ایک تھے جو رسول اللہ ﷺ سے قرآنی تربیت سے بھرپور متاثر ہوئے، اور نبوی تعلیمات و توجیہات کا جام نوش کیا، آپ نے اسلام لانے کے بعد سے قرآن حفظ کرنے، اسے سمجھنے اور اس میں غور کرنے کا اہتمام کیا اور رسول ﷺ کی صحبت میں رہے، جو آیتیں آپ ﷺ پر نازل ہوتیں، آپ انھیں یاد کر لیتے، اس طرح آپ پورے قرآن کے حافظ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت و تربیت کی برکت سے آپ خیر کثیر کے مالک بن گئے اور بعد میں خلفائے راشدین میں سے ہوئے۔ آپ ہمیشہ اس بات پر حریص رہے کہ جنگ و صلح دونوں حالتوں میں نبی کریم سے تعلیم کی سنت کو سیکھا جائے۔

چنانچہ اسی تڑپ کے باعث بعد میں آپ وسیع علم اور سنت نبوی کی عمیق معرفت کے مالک بن گئے، دین اسلام کی روح اور اس کے مقاصد و اسرار کو نبی کریم سے سیکھا اور عملی زندگی میں برتا۔ درحقیقت دونوں کا تعلق قلبی لگاؤ اور حقیقی محبت پر قائم تھا اور جب معلم و شاگرد کا رشتہ قلبی تعلق پر قائم ہو تو اس سے ایک ممتاز و خوشگوار فضا قائم ہوتی ہے اور تبھی اس کے بہترین علمی و ثقافتی نتائج سامنے آتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بحیثیت شاگرد رسول اللہ ﷺ کے علم سے بہت محبت کرنے والے تھے، ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے لیے فکر مند رہے، آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ کی دعوت کو عام کرنے کے لیے ہمہ وقت خود کو قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔

عبادات میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا استنباط

عبادات:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ دینی علم و بصیرت کا سمندر تھے، آپ نے عبادات کے احکام بتانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اگر ان احکامات کو یکجا کیا جائے تو کئی ضخیم جلد میں درکار ہوں گی۔ (1)

طہارت کے احکام:

ا۔ شیر خوار بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے، جب تک کہ وہ اناج نہ کھائیں۔ (2) اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ

نے نبی کریم ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا تو لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اپنا کپڑا دے دیں اور دوسرا کپڑا پہن لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے اور بچی کا بچی کا پیشاب دھویا جائے گا۔ (3)

۲۔ بیٹھنے والے کی نیند اور اس کے ناقض وضو ہونے کا حکم:

امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اپنی سند سے لکھا ہے کہ علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور امام شعبی نے بیٹھ کر سونے والے آدمی کے بارے میں فتوی دیا کہ اس پر وضو لازم نہیں ہے۔ (4) اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے: "الْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ ."

آنکھ شرم گاہ کا بندھن ہے، پس جو سو گیا وہ وضو کر لے۔ "(5)

۳۔ مذی ناقض وضو ہے:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت مذی آتی تھی، میں نے (آپ ﷺ کی بیٹی کا لحاظ کرتے ہوئے) ایک آدمی (6) کو حکم دیا کہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں، انھوں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: " تَوَضَّأْ وَ اغْسِلْ ذَكَرَكَ . "(7) "وضو کرو اور اپنی شرمگاہ دھولو۔"

۴۔ جنابت کے علاوہ تمام حالات میں مصحف کو ہاتھ میں لیے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کے علاوہ بقیہ تمام حالات میں ہمیں قرآن پڑھاتے تھے۔ (8)

عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے ابو العریف ہمدانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انھوں نے پیشاب کیا اور پھر کہا: قرآن کو پڑھو، جب تک جنابت نہ ہو، اور جب جنابت لاحق ہو تو ہرگز نہ پڑھو، حتی کہ ایک حرف بھی نہ پڑھو۔ (9)

۵-حائضہ عورت سے وطی کرنا:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کرلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس پر کفارہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ توبہ کرلے۔ (10)
واضح رہے کہ پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ حالت حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔ (11)
اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

"وَيَسْتَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ "[12]

"اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔"

۶۔ حائضہ عورت سے مباشرت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر بیوی حائضہ ہو تو اس سے کیا جائز ہو گا؟ آپ نے فرمایا: جو اِزار کے اوپر ہے۔ [13] اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی حیض سے ہوتی تھی تو آپ اسے حکم دیتے تھے کہ شرم گاہ پر ازار باندھ لے پھر آپ اس سے مباشرت کرتے تھے۔ [14]

نماز کے احکام

۱۔ رکوع یا سجدہ کی حالت میں تلاوت قرآن کی ممانعت:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرنے سے منع فرمایا۔ [15]

۲۔ نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المومنین! نماز نہ پڑھنی والی عورت کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ [16]

عبداللہ بن شفیق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ کوئی اور عمل چھوڑنے کو کفر نہیں جانتے تھے۔ اس لیے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے اسلام میں داخل ہوا جاتا ہے، پس اس کے چھوڑنے سے مسلمان اسلام سے نکل جائے گا، جیسے کہ کلمہ شہادت کا مسئلہ ہے۔ [17] اس حکم کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

"إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنِ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ."

"آدمی اور شرک و کفر کے درمیان حد فاصل نماز چھوڑ دینا ہے۔"[18]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز چھوڑنے والا اگر نماز کا منکر ہے تو تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہے، اور ملت اسلام سے خارج ہے، الا یہ کہ وہ نو مسلم ہو، مسلمان کی اتنی صحبت اسے نہ ملی ہو کہ جس میں نماز کی فرضیت کو وہ جان سکتا ہو اور اگر نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھتے ہوئے سستی کی وجہ سے نماز چھوڑ رہا ہے جیسا کہ آج کے مسلمانوں کا

حال ہے تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، شافعی اور جمہور سلف وخلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں قرار دیا جائے گا، البتہ فاسق گردانا جائے گا، اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کرلی تو بہتر، ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح بطور حد اسے قتل کیا جائے گا، دونوں میں فرق یہ ہو گا کہ اسے پتھروں سے رجم کرنے کے بجائے تلوار سے مارا جائے گا اور سلف کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اسے کافر کہا جائے گا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے۔ نیز احمد بن حنبل کی ایک روایت اور عبد اللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ اور بعض اصحاب شافعی کا یہی مسلک ہے، جب کہ امام ابو حنیفہ، فقہائے کوفہ کی ایک جماعت اور امام شافعی کے شاگرد مزنی کا مسلک یہ ہے کہ نہ اسے کافر کہا جائے گا اور نہ اسے قتل کیا جائے، بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی اور جب تک نماز نہ پڑھنے لگے قید میں رکھا جائے گا۔ (19)

3۔ نماز اس کے وقت میں دوبارہ لوٹانا:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور پھر جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے اس نماز کو اسی کے وقت میں دوبارہ پڑھے تو پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہو گی۔ (20) حارث سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے تنہا نماز پڑھ لی تھی، پھر جماعت سے وہی نماز دوبارہ پڑھی اس کی کون سی نماز فرض ہو گی؟ آپ نے فرمایا: اس کی پہلی نماز۔ (21)

اس کی دلیل ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

" كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أَمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ أَوْ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا، قَالَ: قُلتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ. " (22)

"اس وقت تم کیا کرو گے جب تمھارے حکمران نماز کو مردہ کر کے یا وقت سے موخر کر کے پڑھیں گے، پھر میں نے عرض کیا: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا پھر اگر تم نماز کو ان کے ساتھ پاؤ تو پڑھ لو، وہ تمھارے لیے نفل ہو جائے گی۔"

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے باجماعت پڑھی ہوئی نماز کو نفل سے تعبیر کیا (23) اور اگر مغرب کی نماز لوٹا رہا ہے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے شخص کو چاہے کہ مزید ایک رکعت پڑھ کر اسے جفت بنا دے، چنانچہ حارث علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب مغرب کی نماز کا اعادہ کرے تو مزید ایک رکعت پڑھ کر اسے جفت بنا دے۔ (24)

4۔ فوت شدہ نمازوں کی قضاء:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی نماز فوت ہو جائے اس پر اس کی قضاء واجب ہے اور فی الفور قضاء کر لینا مستحب ہے اور آپ نے فرمایا: جب آدمی نماز سے سو جائے یا بھول جائے، تو جب بیدار ہو یا

بھولی ہوئی نماز یاد آئے فوراً اسے پڑھ لے۔ [25] اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ [26] اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ (و اقمِ الصَّلوةَ لِذِكْرِي)" . [27]

"جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جب وہ یاد آئے پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔"

5۔تراویح کی نماز:

ابو عبد الرحمن السلمی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے انھیں رمضان میں قیام اللیل (تراویح) پڑھائی۔ [28]

اسماعیل بن زیادہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینے میں چند مسجدوں کے پاس سے گزرے، ان میں قندیلیں جل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالی عربی ان کی قبروں کو نور سے بھر دے جیسا کہ انھوں نے ہماری مسجدوں کو نور سے بھر دیا ہے۔ [29] تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔ [30] اس کی دلیل ابو ہریرہ علی السنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ملے تعلیم نے فرمایا:

" مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ."[31]

"جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔"

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ قیام رمضان ہی کا نام تراویح ہے، لہذا یہ سنت ہے۔ [32] علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ آپ خود اس کا اہتمام کرتے تھے، [33] البتہ مردوں اور عورتوں کا الگ الگ امام ہوتا تھا۔ چنانچہ عرفجہ ثقفی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں لوگوں کو قیام کا حکم دیتے تھے اور مردوں و عورتوں کے لیے الگ الگ امام مقرر کرتے تھے، عرفجہ کا بیان ہے کہ میں عورتوں کا امام تھا۔ [34]

تراویح کی نماز کا ثبوت نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہے، چنانچہ عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی، کچھ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، صبح کے وقت انھوں نے اس کا

چرچا کیا، چنانچہ دوسری رات زیادہ تر لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا، پھر تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی۔ چوتھی رات کو مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی باقی نہ رہی تھی (لیکن اس رات آپ گھر سے نکلے ہی نہیں) صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے، جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا: امابعد: آپ لوگوں کے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ، چنانچہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات تک یہی کیفیت قائم رہی۔ (35)

6۔ کمزور اور سن رسیدہ لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھانا:

جب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا اور کوفہ تشریف لے گئے تو وہاں کی آبادی بہت زیادہ تھی، لوگوں نے کہا اندرون شہر کمزور اور سن رسیدہ لوگ ہیں، صحراء میں جا کر عید کی نماز پڑھنا ان کے لیے گراں ہے، تو آپ نے وہاں ایک آدمی کو اپنا نائب بنا دیا جس نے ایسے لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھائی اور آپ نے دوسرے لوگوں کو شہر سے باہر صحراء میں نماز پڑھائی۔ آپ سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس کی بنیاد آپ نے رکھی اور یہ قابل عمل ہے، اس لیے کہ آپ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

" عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ." (36)

"تم اپنے لیے میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کر لو۔"

چنانچہ اس حدیث کی روشنی میں جو شخص خلفائے راشدین کی سنت کا پیروکار ہوا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔ (37)

میت کو غسل دینے اور اس کی تکفین کے احکام

1۔ شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دلانا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شوہر اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے، آپ نے خود اپنی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ (38) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انھیں میرے اور علی کے علاوہ کوئی دوسرا غسل نہ دے گا، اس لیے ان کی وفات پر میں نے اور علی نے انھیں غسل دیا۔ (39) اس عمل پر صحابہ کا اجماع ہے کیونکہ اس واقعہ کو تمام صحابہ نے جانا لیکن کسی نے انکار نہیں کیا۔ (40) اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔ اس عمل کی دلیل رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ فرمان ہے:

" مَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِي فَغَسَلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ ثُمَّ صَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ . " (41)

''اگر مجھ سے پہلے تمھاری وفات ہو جاتی ہے تو تمھارے لیے کوئی تکلیف کی بات نہیں، میں تمھیں غسل دلاؤں گا، کفن دوں گا، پھر تمھاری نماز جنازہ پڑھاؤں گا اور تمھیں دفن کروں گا۔''

2۔ میت کے مال سے تکفین:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر میت اپنا ذاتی مال چھوڑ کر وفات پاتی ہے تو اس کے مال سے اس کے کفن کا انتظام کیا جائے گا۔ (42) عبد اللہ بن ضمیرہ کی روایت کرتے ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفن کا انتظام میت کے اصل مال کے سے ہو گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر مصعب بن عمیر شہید کر دیے گئے اور انھیں کفن دینے۔ لیے ایک چھوٹی چادر تھی اگر اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا، اس کے علاوہ جب ہمیں کوئی چیز نہ ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" ضَعُوْهَا مِمَّا يَلِي رَأْسَهُ وَ اجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْأَذْخَرَ. " (43)

''سر کی طرف ڈھانپ دو اور دونوں پاؤں پر اذخر ڈال دو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر میت کے کفن کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے تو آپ ﷺ بروقت موجود مسلمانوں کا تعاون لے کر ان کے کفن کا انتظام کروا دیتے۔ (44)

3۔ مرد اور عورت کے کفن میں مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرنا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرد کے لیے کفن کے تین اور عورت کے لیے پانچ کپڑے استعمال کرنے چاہیے۔ علامہ کاسانی وغیرہ نے آپ کا یہی قول نقل کیا ہے۔ (45) آپ کے نزدیک کفن کے کپڑوں میں مبالغہ آمیزی کرنا یعنی مرد کے لیے تین اور عورت کے لیے پانچ سے زیادہ کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے۔ (46) آپ فرماتے ہیں: عورت کا کفن پانچ کپڑوں میں اور مرد کا کفن تین کپڑوں میں ہو گا اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (47)

4۔ شہید کو غسل دینا اور اس کی تکفین:

امام کاسانی وغیرہ نے علی رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ شہید کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی تکفین ہو گی۔ (48) چنانچہ روایات میں ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ مخالفین سے جنگ لڑی تھی اور قتل کر دیے گئے آپ نے نہ ان کو نسل دیا اور نہ ہی ان کی تکفین کا حکم دیا، بلکہ عمار رضی اللہ عنہ کو بغیر غسل دیے دفن کر دیا۔ (49) حسن بصری اور سعید بن مسیب کے علاوہ جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ البتہ یہ دونوں غسل دینے کے قائل ہیں اس شبہ کی بنا پر کہ میت جنبی ہو سکتا ہے۔ (50)

زکوۃ کے متعلق احکام

1۔ کسی مال پر سال گزرنے سے پہلے زکوۃ نہیں ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صراحت سے فرماتے ہیں کہ کسی مال پر اس وقت تک زکوۃ فرض نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے۔ (51) واضح رہے کہ یہ شرط نقود، چوپائے اور اموال تجارت کے ساتھ مشروط ہے، کھیتی کا حکم اس سے مستثنی ہے، یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (52)

2۔ سونے چاندی کا نصاب اور ان میں مقدار زکوۃ:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے کہ سونے کا نصاب میں (20) مثقال (85 گرام) ہے، اس سے کم پر زکوۃ نہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو اسی حساب سے شمار کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں: بیں دینار سے کم پر کوئی زکوۃ واجب نہیں، جب میں دینار ہو جائے تو اس میں نصف دینار زکوۃ واجب ہے۔ اور جب چالیس دینار ہو جائے تو اس میں ایک دینار واجب ہے۔ اس طرح جتنا بڑھتا جائے اسی حساب سے زکوۃ دی جائے گی۔ (53) اور چاندی کے نصاب کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ: دو سو درہم (۵۹۵ گرام) سے کم میں زکوۃ واجب نہیں۔ (54) جب دو سو درہم پورا ہو جائے تو اس میں پانچ درہم زکوۃ ہے۔ اگر دو سو درہم سے کم ہے تو اس میں کوئی زکوۃ نہیں اور اگر دو سو سے بڑھ جائے تو مذکورہ حساب سے زکوۃ دی جائے۔ (55)

3۔ اونٹوں کا نصاب و مقدار زکوۃ:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پانچ (5) سے نو (9) اونٹ تک ایک بکری ہے، دس سے چودہ (14) تک دو بکریاں ہیں۔ پندرہ (15) سے انیس (19) تک تین بکریاں ہیں۔ بیس (20) سے چوبیس (24) تک چار بکریاں ہیں اور جب پچیس (25) ہو جائیں تو ان میں پانچ بکریاں ہیں۔ (56) پھر چھبیس (26) سے پینتیس (35) تک ایک بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) یا ابن لبون (دو سالہ اونٹ) ہے۔ چھتیس (36) سے پینتالیس (45) تک ایک بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) ہے۔ چھیالیس (46) سے ساٹھ تک (60) تک حقہ (تین سالہ اونٹنی) ہے۔ اکسٹھ (61) سے پچھتر (75) تک ایک جذعہ (چار سالہ اونٹنی) ہے اور چھہتر (76) سے نوے (90) تک دو بنت لبون (دو سالہ اونٹنیاں) ہیں اور اکیانوے (91) سے ایک سو بیس (120) تک دو حقہ (تین سالہ اونٹنیاں) پھر جوں جوں تعداد بڑھتی جائے ہر پچاس (50) میں ایک حقہ (تین سالہ اونٹنی) ہے۔ الگ الگ رہنے والوں کو اکٹھا اور اکٹھا رہنے والوں کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا۔ (57)

4۔ غلہ جات کی جن اصناف میں زکوۃ واجب ہے:

ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کھیتی کی پیداوار میں سے پیدا ہونے والے

غلہ جات میں گیہوں، جو، کھجور اور کشمش پر زکوۃ واجب ہے۔ [58] آپ فرماتے ہیں: زکوۃ چار چیزوں سے ادا کی جائے، گیہوں سے اور اگر گیہوں نہ ہو تو کھجور سے، اگر کھجور نہ ہو تو کشمش سے اور اگر کشمش نہ ہو تو جَو سے۔ [59]

5۔ سبزیوں، میوہ جات اور شہد میں زکوۃ نہیں:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سبزی میں زکوۃ نہیں۔ [60] اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔[61] میوہ جات میں بھی آپ زکوۃ کے قائل نہیں ہیں، چنانچہ ابو اسحاق علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سیب اور اس جیسی چیز میں زکوۃ نہیں ہے۔ [62] عاصم بن ضمرہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سبزیوں، کھیرا، لکڑی اور سیب میں زکوۃ نہیں ہے۔ [63] اکثر علماء جنھوں نے زکوۃ کو صرف چار انواع میں منحصر مانا ہے سب لوگوں کی یہی رائے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ سب چیزیں خضروات (سبزیوں) کی حکم میں آتی ہیں، انھیں بھی زیادہ دنوں تک روکا نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان کی ذخیرہ اندوزی کی جا سکتی ہے۔[64] رہا شہد کا مسئلہ تو علی رضی اللہ عنہ اس میں زکوۃ واجب نہیں مانتے۔ [65]

6۔ مصارف زکوٰۃ میں سے صرف کسی ایک مصرف میں زکوۃ دی جاسکتی ہے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زکوۃ کو اس کے آٹھ مصارف میں سے فقط ایک مصرف میں لگایا جا سکتا ہے، یا ایک شخص کو مستغنی کرنے کے لیے صرف اسے ہی زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: کوئی شخص اگر صرف ایک مصرف میں اپنی زکوۃ بھیجتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ [66] نیز آپ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس زکوۃ کا مال آیا، آپ نے کل کا کل صرف ایک گھر والوں کے حوالے کر دیا۔ [67]

7۔ زکوۃ اصل اور فرع کو دینا: [68]

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اولاد اور والدین کا فرض زکوۃ میں کوئی حق نہیں ہے، جو اپنی اولاد اور والدین کے ساتھ صلہ رحمی نہ کرے وہ عاق (نافرمان) ہے۔ [69] اس پر علماء کا اجماع منقول ہے۔ جن لوگوں نے اس قول کی مخالفت کی ہے انھوں نے اس کو نفلی صدقہ پر محمول کیا ہے۔[70] دلیل ان کے پاس ہے۔ فرض زکوٰۃ دونوں (والدین اور اولاد) میں سے کسی ایک کے لیے انتفاع اس لیے جائز نہیں کہ زکوۃ کی ادائیگی کا فائدہ خود زکوۃ دینے والے کو پہنچتا ہے، اس طور پر کہ وہ زکوۃ دے کر نفقہ برداشت کرنے سے بچ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ واجبی نفقہ کی ادائیگی کو زکوۃ سے چھٹکارا لینے کا ذریعہ بنالے، جبکہ زکوۃ اور نفقہ دونوں الگ الگ واجبی فرائض ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ زکوۃ اللہ کا حق ہے اور ایک عبادت ہے، جب کہ نفقہ بندوں کا حق ہے اور صلہ رحمی کا ایک ذریعے سے ہے۔ [71]

روزے کے احکام

1۔ایک عادل مسلمان کی رویت ہلال سے رمضان کے روزے کا ثبوت:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک تنہا ایک عادل مسلمان کی خبر سے رویت ہلال ثابت ہو جاتی ہے اور لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ فاطمہ بنت حسین کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے علی رضی اللہ کے پاس رمضان کے رویت ہلال کی گواہی دی تو آپ نے روزہ رکھا اور میرا خیال ہے کہ آپ نے دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔[72] آپ کا یہ حکم اس حدیث نبوی رائے تعلیم پر مبنی ہے:

" صَوْمُوا لِرَوْيَتَهُ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا."[73]

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو، پس اگر بادل چھا جائیں تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔" علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں چند ایک مسلمانوں کی رویت مراد ہے: فرد کی رویت شرط نہیں ہے بلکہ اگر دو عادل یا صحیح مسلک کے مطابق ایک عادل مسلمان رویت ہلال کی شہادت دے تو تمام مسلمانوں کے لیے روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔ رہا روزہ توڑنے کا مسئلہ، تو اس سلسلہ میں ابو ثور کے علاوہ بقیہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس کے لیے ایک عادل کی گواہی کافی نہیں ہو گی، بلکہ ہلال شوال کے لیے دو عادل مسلمانوں کی گواہی ضروری ہے، البتہ ابو ثور ایک عادل کی گواہی پر بھی اسے جائز مانتے ہیں۔[74]

2- جنبی کا روزہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی آدمی کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے، جنبی کے روزہ رکھنے کا مطلب ہے کہ وہ غسل جنابت کو صبح ہونے تک موخر کر سکتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حارث کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر آدمی حالت جنابت میں صبح کرے اور روزہ رکھنا چاہے تو روزہ رکھ سکتا ہے۔[75] اس کی دلیل عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں ہوتے اور فجر کا وقت ہو جاتا، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔[76]

3۔انتہائی ضعیف روزہ توڑ سکتا ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کے فرمان: **"وَ عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"**[77] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس شخص کو ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کی رخصت دی گئی ہے اس سے بہت بوڑھا شخص مراد ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔[78]

4۔ اعتکاف کی جگہ:

ابو عبد الرحمن السلمي علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جامع مسجد کے علاوہ دوسری جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں ہے۔ [79] اور دوسری روایت میں مصر جامع کا ذکر ہے۔ [80] شاید آپ اس سے یہ مراد لینا چاہتے ہیں کہ صرف شہر کی جامع مسجد میں اعتکاف درست ہے۔ [81]

۵۔ معتکف کے لیے جائز کام:

سیدنا علی نبی اللہ سے فرماتے ہیں کہ جب آدمی معتکف ہو تو وہ جمعہ، جنازہ اور مریض کی عیادت میں شریک ہو سکتا ہے، نیز اپنے گھر والوں کے پاس جا کر کھڑے کھڑے اپنی ضروریات کا ان سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ [82]

حج کے احکام

1۔ محرم کا اپنی عورت کو بوسہ دینا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص حالت احرام میں اپنی بیوی کو بوسہ دے، اسے چاہیے کہ ایک دم دے (یعنی قربانی کرے)۔ [83]

2۔ محرم کا حملہ آور جانور کو قتل کرنا:

مجاہد، علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو اگر محرم پر حملہ آور ہو تو وہ اسے قتل کر دے، لیکن اگر اس کے حملہ کرنے سے پہلے قتل کر دیا تو اسے ایک بکری کا دم دینا پڑے گا۔ [84] اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ" [85]

"پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

وجہ استدلال یہ ہے کہ محرم نے بذات خود بجو کے قتل کا اقدام نہیں کیا، بلکہ اس کے حملہ آور ہونے کی صورت میں قتل کے لیے مجبور ہوا اور ایسی حالت میں بجو کا حکم ایک خطرناک موذی جانور کا حکم ہو گیا جسے قتل کرنے کی شرعا اجازت ہے۔ [86]

3۔ کوے کو قتل کرنا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک محرم کے لیے کوّا کو قتل کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا: محرم کوّا کو قتل کر سکتا ہے۔ [87] اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

" خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ ، اَلْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ، وَالْحَدُيَا، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ"[88]

"پانچ جانور فاسق ہیں جو حرم میں بھی قتل کیے جائیں گے چوہیا، بچھو، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا۔"

4۔ طواف میں شک واقع ہونا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تم طواف کرو اور تمھیں شک واقع ہو جائے کہ کیا تمھارا طواف پورا ہوا یا نہیں تو اسے کمی پر محمول کر کے پوری کر لو، اس لیے کہ اللہ تعالی زیادتی پر عذاب نہیں دے گا۔ [89]

5۔ طواف میں بھول جانا:

اگر کوئی شخص بھول کر طواف میں مسنون سے زائد چکر لگا لے تو علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے مزید چکر لگا کر دو طواف پورے کر لینا چاہیے، آپ نے فرمایا کہ مثلاً کسی نے طواف کے آٹھ چکر لگا لیے تو مزید چھ چکر لگائے تاکہ دو طواف مکمل ہو جائیں اور پھر وہ طواف کی چار رکعت نماز ادا کرے۔ [90]

6۔ حج میں نیابت:

علامہ ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس حج کرنے کی مالی استطاعت ہو لیکن بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے معذور ہو تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے شخص پر ضروری ہے کہ کسی کو اپنا نائب بنا دے۔ [91] آپ نے بہت بوڑھے شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے خرچ پر کسی کو حج کے لیے بھیجے جو اس کی طرف سے حج کرے۔ [92] اس فتوی کی دلیل ابن عباس رضی اللہ کی وہ حدیث ہے جس میں قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے باپ بہت ہی بوڑھے ہیں اور ان پر حج کا فریضہ عائد ہوتا ہے، لیکن وہ اپنی سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (ان کا کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَحُجِّي عَنْهُ." [93] "ان کے طرف سے تم حج کرو۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر علما کے نزدیک وجوب حج کے لیے مال کی استطاعت کافی ہے اور جسمانی استطاعت اگر ہے تو بہتر ورنہ دوسرے سے حج بدل کروائے۔ [94]

7۔ جمرات کی رمی میں شک واقع ہونا:

اگر حاجی کو رمی جمرات کی تعداد میں شک میں واقع ہو جائے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشکوک عدد کا اعادہ کرے، چنانچہ ابو مجلز سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں نے رمی جمار کی ہے، لیکن نہیں جانتا کہ چھ مرتبہ رمی کی یا سات مرتبہ، انھوں نے جواب دیا: یہ مسئلہ لے کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ،

وہ آیا اور پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اگر میری نماز میں ایسی صورت پیش آتی تو میں نماز کا اعادہ کرتا، پھر وہ آدمی لوٹ کر ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور آپ کے جواب کی اطلاع دی، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انھوں نے سچ کہا۔ یا فرمایا: بہت ہی عمدہ جواب دیا۔ شیخ فرماتے ہیں: گویا کہ علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ مشکوک فیہ کا اعادہ کرتا، اسی طرح رمی میں بھی مشکوک فیہ کا اعادہ کیا جائے گا۔ (95)

محاکمہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ایک تھے جو اطاعت نبوی کے بہت حریص تھے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ کسی کے قول کی وجہ سے میں سنت نبوی کو ہر گز نہیں چھوڑ سکتا۔(96)

اور فرمایا: سنو! میں نبی نہیں ہوں اور نہ ہی میری طرف وحی نازل کی گئی ہے، لیکن میں اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کی کتاب اور رسول اللہ سے تعلیم کی سنت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ آپ سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے اور اس کی طرف دعوت دینے والے بے مثل نمونہ تھے۔(97)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تمام تر افعال اطاعت نبوی ﷺ کی اہمیت اور اتباع سنت کی عظمت کے اسی واضح تصور میں ڈوبے ہوتے تھے، آپ سنت نبوی کا خاص اہتمام کرتے اور اسے قبول کرنے اور روایت کرنے میں تحقیق و تنقیح اور جستجو کرتے، آپ کا قول ہے کہ جب میں تمھیں اللہ کے رسول کی کوئی حدیث بتاؤں تو آسمان سے پھینک دیا جانا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ آپ سے تعلیم کی طرف جھوٹ بات منسوب کروں۔(98)

اور فرمایا: جب میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بذات خود کوئی حدیث سنی تو اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا مجھے اس سے فائدہ پہنچایا اور جب کسی شخص نے آپ سے کام کی حدیث مجھ سے بیان کیا تو میں نے اس سے قسم لی، اگر وہ قسم اٹھالیتا تو میں اس کی روایت کو مان لیتا۔(99)

آپ ان تمام کاموں سے بر سر پیکار رہتے، جو اتباع نبوی کے خلاف ہوں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: اگر دین کا دار و مدار عقل اور رائے پر ہوتا تو موزے کے نچلے حصہ کا مسح کرنا اوپر کے حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا۔(100)

مصادر و مراجع

(1) اس ضمن میں دو کتابیں قابل ذکر ہیں(۱)موسوعۃ فقہ علی بن أبي طالب / محمد قلعجي(۲)فقہ الإمام علی / أحمد طه.

(2) صحیح سنن ابی داؤد / البانی(۱/۷۵)یہ حدیث موقوفا صحیح ہے۔

(3) صحیح سنن ابن ماجہ(۱/۸۵)یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(4) مصنف عبد الرزاق(۱۳۱/۱)۔

(5) صحیح سنن ابی داؤد / البانی(۱/۴۱)اس حدیث میں بیٹھ کر سونے اور لیٹ کر سونے کے درمیان تفریق نہیں کی گئی ہے مطلق نیند کو ناقض کہا گیا ہے لہذا اس کو بطور دلیل ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ گہری نیند ناقض ہے ہلکی نیند جس سے ہوش و حواس ختم نہ ہوں ناقض نہیں ہے خواہ کسی حالت میں ہو اس طرح تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(6) اس سے مراد مقداد بن اسود ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں وضاحت ہے۔

(7) صحیح مسلم / الحیض(1/247).

(8) مسند أحمد(2/51)احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔

(9) مصنف عبد الرزاق(1/336)۔

(10) مصنف ابن أبي شیبہ(1/59)اس سلسلہ میں ابن عباس بھی اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ مسلم نے فرمایا: "یتصدق بدینار أو نصف دینار-" صحیح سنن ابی داود، البانی(264)(ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر حیض کے ابتدائی ایام میں ہو تو ایک دینار اور آخری ایام میں ہو تو نصف دینا صدقہ کرے۔ دیکھئے: صحیح سنن أبي داؤد(۲۶۵)

(11) بدایۃ المجتهد(۱/۵۷)-والمجموع(۲/۳۵۹)۔

(12) القران، البقرۃ 222:2

(13) فقہ الإمام علی بن أبي طالب(۱/۱۵۵).

(14) صحیح مسلم(۱/۱۶۶)حالت حیض میں شرم گاہ میں مباشرت حرام ہے، البتہ بیوی سے بوس و کنار ہونا، اس کے ساتھ لیٹنا اور لطف اندوز ہونا منع نہیں ہے۔ شرم گاہ کے علاوہ بیوی سے جس طرح چاہے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ یہاں مباشرت سے یہی مراد ہے۔

(15) صحیح مسلم(۱/۳۴۹)

(16) مصنف ابن أبي شیبۃ(۱۱/۴۷) کنز العمال(۱۳/۸)۔

(17) المغنی(۲/۴۴).

(18) صحیح مسلم / الإیمان(۱/۸۸).

(19) شرح صحیح مسلم (۲/۷۰) المغنی (۲/۴۴۲-۴۴۷) اس سلسلہ میں فقیہ عصر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا رسالہ "کفر تارک الصلاۃ" کا مطالعہ مفید ہے۔

(20) المغنی (۲/۱۱۳)

(21) ابن أبي شيبة (۲/۲۷٦) کنزالعمال (22833)

(22) صحیح مسلم / المساجد حدیث نمبر (٦۴۸)، (۱/۴۸۸)

(23) فقہ الامام علي بن أبي طالب (۱/۱۷۷)

(24) مصنف ابن أبي شيبة (۲/۲۷٦).

(25) ابن أبي شيبة (۲/٦۲)

(26) فقه الإمام علی بن أبي طالب (۱/۱۸۱)

(27) صحیح مسلم / المساجد ومواضع الصلاۃ (۱/۴۷۷) حدیث نمبر (٦۸۴)

(28) المغنی (۲/۱٦۹) مصنف ابن أبي شيبة (۲/۳۹۵)

(29) المغنی (۲/۱٦۹)

(30) بدایۃ المجتهد (۱/۲۱۴) المغنی (۲/۱٦۵)

(31) صحیح مسلم حدیث نمبر (۷۵۹)، (۱/۵۲۳)

(32) فقہ الامام علی بن أبي طالب (۱/۲۸۵)

(33) المغنی (۲/۱٦۸)

(34) المجموع (۴/۳۴) مصنف ابن أبي شيبة (۲/۲۲۲)

(35) صحیح البخاری حدیث نمبر (۲۰۱۲)

(36) سنن الترمذی / العلم (۲٦۷٦) حسن صحیح

(37) الفتاوی (۲۴/۱۱۳) اس سلسلہ میں واضح رہے کہ عیدین کی نماز آبادی سے باہر عید گاہ (میدان) میں پڑھنا ہی سنت ہے، لیکن بوقت ضرورت مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ البانی براہ کے راسلہ "صلاۃ العیدین في المصلی" کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

(38) السیل الجار (۱/۳۴۴) المبسوط (۲/۷۱)

(39) مصنف عبد الرزاق (۳/۴۱۰) المحلی (۵/۱۷۵)

(40) المغنی (۲/۲۵۲) نیل الأوطار (۴/۵۸)

(41) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۴٦۴) اس کی سند صحیح ہے۔

(42) فقه الإمام علی بن أبي طالب (۱/۳۰۵)

(43) المعجم الأوسط / طبرانی (٦٧/٤) اس کی سند ضعیف ہے۔

(44) صحیح مسلم (٦٤٩/٢) حدیث نمبر (٩٤٠)

(45) فقه الإمام علی بن أبي طالب (١/٣٠٦)

(46) البدائع (٢/٧٦٦) المبسوط (٢/٧٢)

(47) فقه الإمام علی بن أبي طالب (١/٣٠٧)

(48) البدائع (٢/٧٦٦) المبسوط (٢/٧٢)

(49) البدائع (٢) ٢٨٧) فقه الإمام علی بن أبي طالب (١/٣٠٦) یعنی الگ سے اس کو کفن نہیں دیا جائے گا اس کے کپڑوں میں اس کو دفن کر دیا جائے گا۔

(50) المغنی (٢/٥٣٤) فقه الإمام (١/٣٠٦)

(51) البدائع (٢/٨٠٦) المغنی (٢/٥٢٩)

(52) مسند أحمد (٢/٣١١) احمد شاکر فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

(53) موسوعة فقه الإمام علی / قلعجي ص (٢٩٥)

(54) مصنف ابن أبي شيبة (٣/١١٩)

(55) مصنف ابن أبي شيبة (٣/١١٧)

(56) المحلی (٥٩/٦، ٦١) المجموع (٦/١٦)

(57) ابن قدامہ کے نزدیک 25 سے 35 تک میں ایک بنت مخاض ہے۔ مصنف ابن أبي شيبة (٣/١٢٢)

(58) المحلی (٥/٢١٢) فقه الإمام علی (١/٣٤٦)

(59) مصنف ابن أبي شيبة (٣/٤٣٨)

(60) مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر (7188) جمع الجوامع (٢/١٥٧)

(61) فقه الإمام علی (١/٣٤٧)

(62) جمع الجوامع (٢/٩٥) فقه الإمام علی (١/٣٤٨)

(63) مصنف عبد الرزاق (٧١٨٨) فقه الإمام علی (١/٣٤٨)

(64) فقه الإمام علی (١/٣٤٥)

(65) جمع الجوامع (٢/١٥٧) فقه الإمام علی (١/٣٤٥)، سنن البیهقی (٤/١٢٨)

(66) سنن البیهقی (٧/٨)، فقه الإمام علی (١/٣٥٢)

(67) البدائع (٢/١٠٤)

(68) اصل سے مراد والدین اور فرع سے مراد اولاد ہے۔

(69) سنن البیهقی (7/28) فقہ الإمام علی (1/355) یعنی فرض زکوۃ عام فقراء و مساکین کا حق ہے، انسان اسے اپنی اولاد اور والدین پر نہیں خرچ کر سکتا، اگر والدین اور اولاد فقیر مسکین ہوں تو انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر اپنے مال خاص میں سے خرچ کرے، اگر ایسا نہیں کرتا تو وہ عقوق و قطع رحمی کا مرتکب ہے۔ امام بیہقی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ذکر کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ "باب لا یعطیھا من تلزمہ نفقتہ من ولدہ ووالدیہ" اولاد و والدین جن کا نفقہ انسان کے ذمہ ہے انھیں زکوۃ نہیں دے گا۔

(70) اس قول کو اس انداز میں ذکر کیا جاتا ہے کہ گویا یہ علی رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ تائید میں ہے اور بعد کی عبارت بھی علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں ہے، لہذا ایسی صورت میں یا تو اس سے قبل کوئی عبارت ساقط ہے یا پھر علی رضی اللہ عنہ کے قول کو سمجھنے میں غلطی فہمی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

(71) فقہ الإمام علی (1/355)

(72) المجموع (6/315) المغنی (3/9) موسوعۃ فقہ الإمام علی ص (420)

(73) صحیح مسلم (2/759)

(74) شرح صحیح مسلم (7/190)

(75) مصنف ابن أبي شيبۃ (3/81) المغنی (1) 137

(76) صحیح البخاری (2) 232

(77) القران، **البقرۃ 183:2**

(78) تفسیر الطبري (۲/۸۱)

(79) مصنف عبد الرزاق (۸۰۰۹)

(80) مصنف ابن أبي شيبۃ (۳/۹۱)

(81) فقہ الإمام علی بن أبي طالب (۱/۳۸٦)

(82) مصنف ابن أبي شيبۃ (۳/۸۷) جمع الجوامع (۲/۱۴۰) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: "السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا، ولا یشھد جنازۃ، ولا یمس امرأۃ، ولا یباشرھا، ولا یخرج لحاجۃ إلا لما لابد منہ ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف الا في مسجد جامع." (رواہ ابو داود (۲۴۷۳) والبیهقی (۴/۳۱۵)) دیکھئے: الأرواء ۱۳۹/۴) معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ مریض کی عیادت نہ کرے، نہ جنازہ میں شرکت کرے، نہ ہی عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، باہر نہ نکلے الا یہ کہ جس ضرورت کے لیے نکلے بغیر چارہ نہ ہو۔ بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں۔ بغیر جامع مسجد کے اعتکاف نہیں۔

(83) فتح العزیز شرح الوجیز / الرفاعی، برحاشیہ المجموع (۷/۴۸۰)

(84) مصنف ابن أبي شيبۃ (۴/٦)

(85) القران، البقرة 173:2

(86) فقه الإمام علی بن أبي طالب (۱/۴۰۳)

(87) مصنف ابن أبي شيبة (۴/۹۴)

(88) مصنف ابن أبي شيبة (۴/۹۶)

(89) المحلی (۷/۶۱) المغنی (۳/۲۲۸)

(90) سنن ترمذی (۱/۱۶۶) حسن صحیح

(91) مصنف عبد الرزاق (۹۸۱۴) یہ آپ کا اجتہاد ہے بشر طیکہ سند ثابت ہو۔

(92) المحلی (۷/۶۱) المغنی (۳/۲۲۸)

(93) سنن بیهقی (۵/۱۴۹) بحوالہ فقه الامام علی بن أبي طالب (۱/۴۱۸)

(94) فقه الإمام علی (۱/۴۲۰)

(95) سنن البیهقی (۵/۱۴۹) فقه الامام علی بن ابی طالب (۱/۴۱۸) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کی یہی توضیح صحیح ہے، کیونکہ یہی تعلیمات نبوی کے مطابق ہے، چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِكُمْ صَلَّى ؟ ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا فَلْيُطْرِحِ الشَّكَ وَ لِيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَنَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلِ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتُهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِنَمَامًا لِلأَرْبَعِ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ.)) (رواہ مسلم (۵۷۱) جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو اور اس کو پتانہ چل سکے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ تین یا چار تو وہ شک کو چھوڑ کر یقین پر عمل کرے پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے، اگر اس نے پانچ پڑھ لی ہیں یہ اس کو جفت (چھ) بنادے گا اور اگر اس سے چار کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر شیطان کے لیے رسوائی ہو گی۔

(96) فتح الباري (۳/۴۲)

(97) الشفاء / القاضي عياض (۲/۵۵۶)

(98) فتح الباری (۲/۱۵۸)

(99) سنن ابن ماجه، حدیث نمبر (۱۳۹۵)

(100) ابو داؤد (۱۶۲)